کیااس حقیقت سے کسی کوانکار ہے کہ ’’آئمہ تفسیراس بات پر متفق ہیں کہ کعبہ معظّمہ کو چھوڑ کر ’’بیت المقدس‘‘ کو قِبۡلَۃَ بنانے کا حکم قرآنِ مجید میں نہیں ہے‘‘

یہودیوں کے قلب کی تالیف کیلئے اَلۡکَعۡبَۃَ کو چھوڑ کر ’’بیت المقدس‘‘ کو قِبۡلَۃَ بنانا کیا اتنی معمولی بات تھی کہ اس سلسلے میں قرآنِ مجید میں حکم نازل کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی؟

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ آئمہ تفسیراس بات پر متفق ہیں کہ ’’قرآنِ مجید میں اَلۡکَعۡبَۃَ کو چھوڑ کر ’’بیت المقدس‘‘ کو قِبۡلَۃَ بنانے کا حکم نہیں ہے‘‘ اور اگر ہم قرآنِ مجید میں خود اس کے اپنے متعلق بتائی گئی حقیقتوں اور کعبہ معظّمہ کے بارے میں دی گئی خبروں کو معمولی توجہ سے بھی سن لیں تو واضح ہوگا کہ ان آئمہ تفسیر نے درحقیقت دبے لفظوں ان روایات کی نفی کی ہے جو اس قسم کا تاثر دیتی ہیں کہ (معاذ اللہ) ’’رسولِ کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں یہودیوں کی تالیف قلب کے لئے نماز میں ’بیت المقدس‘ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تھا‘‘۔

روایت میں تشنگی کا عنصر غالب ہوتا ہے کہ بات کو دوٹوک حقیقت (اَلۡحَقُّ) کے انداز میں بیان کرنے سے عام طور پر قاصر ہوتی ہے۔ زیر بحث روایت میں وقت کے دورانیہ کے متعلق روایتیں چار ہو جاتی ہیں جن میں سے ایک روایت کے مطابق چھ ماہ، دوسری کے مطابق نو ماہ، تیسری کے مطابق تیرہ ماہ اور چوتھی کے مطابق سولہ یا سترہ ماہ تک ’بیت المقدس‘ ’’قِبۡلَۃَ‘‘ بنائے رکھا گیا۔ اور ان چاروں روایات میں ’’سند، ماخذ‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کی جاتی ہے۔ انسان کیلئے ’’قِبۡلَۃَ‘‘ ایک مرکز اور نقطہ وحدت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کوئی عام سی چیز اور رات کو کھایا ہوا طعام نہیں کہ انسان بھول جائے کہ وہ ’’قِبۡلَۃَ‘‘ پر چھ مہینے رہا تھا یا سترہ مہینے۔ چھ اور سترہ میں طویل فرق ہے اور یہ بات ناقابل فہم ہے کہ عربوں میں سے ایک عرب چھ ماہ کہے اور دوسرے عرب کی یادداشت میں وہ دورانیہ سترہ مہینے یعنی ایک سال پانچ مہینے ہو۔ عربوں کے حوالے سے یہ بات کہنا اس تسلیم شدہ حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے کہ عرب اپنی اعلیٰ یادداشت کیلئے مشہور تھے اور شعراء اپنے کلام کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیا یہ ناقابل فہم اور بعید از قیاس نہیں اور کیا حساس نوعیت کا منفی تاثر نہیں ابھرتا کہ وقت کا تعین کرنے میں چھ سے سترہ ماہ کا فرق صحابہ کرامؓ کی زبان سے ایک ایسی بات کے بارے میں بیان ہوا ہو جو اپنی نوعیت میں انتہائی اہم، نازک اور ایمان والوں کے نقطہ وحدت کے متعلق تھی؟

توریت بیک وقت الواح پر لکھی ہوئی حالت میں نازل کی گئی تھی۔

وَكَتَبْنَا لَهُۥ فِى ٱلْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً

''اور ہم نے ان (موسیٰ علیہ السلام) کے لئے تختیوں پر ہر بات کے متعلق نصیحت لکھ دی تھی'' (حوالہ الاعراف۔۱۴۵)

قرآنِ مجید کی ایک حقیقت یہ ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کے قلب مبارک پر بتدریج بدلتی رتوں اور بدلتے موسموں، بدلتے وقت اور بدلتے حالات میں ساتھ ساتھ نازل فرمایا گیا تھا۔ یہ لحہ بہ لحہ ہدایت کا نزول تھا۔

نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا ''ہم نے بتدریج اپنے بندے پر نازل فرمایا'' (حوالہ البقرۃ۔۲۳)

وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا ''اور ہم نے اسے بتدریج اتارا ہے'' (حوالہ الاسراء۔۱۰۶)

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ تَنزِيلًا ﴿٢٣﴾

''بیشک ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ قرآن (مجید) تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے'' (سورۃ الدھر (الانسان)۔۲۳)

قرآنِ مجید کے انداز نزول اور اس میں آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں پیش آنے والے بیان کردہ واقعات اور مختلف اوقات اور مواقع پر صورتحال سے نمٹنے کیلئے دی گئی ہدایات سے غیر مبہم انداز میں واضح ہے کہ قرآنِ مجید کی آیات مبارکہ موقع کی مناسبت سے بھی نازل ہوتی تھیں تا کہ ایمان والوں کو رہنمائی میسر آئے۔ ''یہودیوں کے قلب کی تالیف کیلئے ٱلْكَعْبَةَ جو هُدًى لِّلْعَٰلَمِينَ ہے [یعنی ہر زمان کے لوگوں کیلئے ہدایت (حوالہ آلِ عمران۔۹۶)] سے پلٹ کر ہیکل سلیمانی، بیت المقدس، مسجد اقصیٰ کو قِبْلَةَ بنانے کی ''مجبوری، غرض، ضرورت'' اگر واقعتاً پیش آئی ہوتی تو قابل غور سوال ہے کہ کیا یہ اتنی معمولی بات تھی کہ بتدریج نازل ہونے والے قرآنِ مجید میں مناسب ہدایت، حکم نازل کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی؟''

لیکن سوال کا جواب دینے سے قبل اس نکتے پر غور کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ آقائے نامدار ﷺ کے ان افعال اور فیصلوں کے بارے میں بھی قرآنِ مجید کی آیات مبارکہ میں ہدایات اور فیصلہ نازل فرما دیتے تھے جن کا تعلق ان کی اپنی ذات اقدس اور گھریلو معاملات سے ہوتا تھا۔

اور سوال یہ بھی ہے کہ کیا آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ اس بات کا اختیار رکھتے تھے کہ ایک ایسا فیصلہ ذاتی طور پر کرلیں جو اس حقیقت اور اصول پر منطبق نہ ہوتا ہو؟ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ ٱللَّهِ تَحْوِيلًا ۝ ''اور اللہ کے دستور میں تو کبھی تغیر واقع ہوتا بھی نہیں پائے گا'' (حوالہ فاطر۔۴۳)۔ اللہ کی سنت، دستور تو مکۃ المکرمہ ہی میں واضح کر دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بَيْتِ کو تو قِبْلَةَ قرار دیتا ہے لیکن ٱلْمَسْجِدِ کو اللہ نے کبھی قِبْلَةَ قرار نہیں دیا تھا۔ اور روایت کی اس بات میں مؤنث مذکر کے تضاد کے حوالے سے بھی

تغیر رونما ہوتا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کا کوئی فیصلہ اور حکم اللہ رب العزت کی آیات کے منافی نہیں ہوتا اس لئے یہ بعید از قیاس اور ناممکن بات ہے کہ یہ فیصلہ فرماتے۔ ''قرآنِ مجید میں اَلْكَعْبَةَ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قِبْلَةَ بنانے کا حکم نہیں ہے'' (آئمہ تفسیر)

آقائے نامدار ﷺ کی زندگی مبارک میں ایسے مواقع بھی آئے

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا

''اور جب آپ ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو وہ کہتے ہیں '' آپ نے اس کو خود کیوں نہیں تالیف کرلیا؟''۔

بتایا گیا ہے کہ جن دنوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی آیت مبارکہ نازل نہیں ہوتی تھی تو آقائے نامدار ﷺ سے بعض لوگ یہ کہتے کہ ادھر ادھر کی باتوں کو اکٹھا (جمع) کر کے خود ہی آیت کو بنا لیتے۔ آقائے نامدار رسول کریم ﷺ سے کہا گیا کہ یہ جواب دیں

قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي

''میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الاعراف۔۲۰۳)۔

اللہ رب العزت کا فرمان آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کو ہے اور آقائے نامدار رسول کریم ﷺ نے وہی فرمان عالمین کو بتایا ہے۔ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ''میں تو صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الانعام۔۵۰، یونس ۔۱۵، الاحقاف۔۹)۔ آقائے نامدار ﷺ نے وہی کیا جو کہا گیا اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ''آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے'' (حوالہ الانعام ۔۱۰۶) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ ''اور آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ یونس۔۱۰۹) (واضح رہے کہ یہ بات آپ ﷺ نے مکہ میں چھ بار فرمائی تھی) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ''اور آپ (ﷺ) اس کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے'' (حوالہ الاحزاب۔۲)

قرآنِ مجید آقائے نامدار رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کا راوی ہے کہ اپنی جانب سے کوئی بات منتخب نہیں فرماتے جس کی پیروی خود کرتے ہوں یا لوگوں سے کہتے ہوں بلکہ صرف اس کی پیروی فرماتے ہیں جو ان پر نازل فرمایا گیا اور اسی قرآنِ مجید کو لوگوں کیلئے ھادی، رہنما اور رحمت قرار دیتے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ کی یہ ایک ایسی ''حدیث مبارک'' ہے جو آقائے نامدار ﷺ کی زبان مبارک سے ادا کئے گئے الفاظ ہی میں ہم تک پہنچی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ انہوں نے اپنے قِبْلَةَ سے ہٹنے کا حکم کبھی نہیں دیا تھا کیونکہ ''قرآنِ مجید میں اَلْكَعْبَةَ کو چھوڑ کر بیت المقدس کو قِبْلَةَ بنانے کا حکم نہیں ہے'' (آئمہ تفسیر)۔

وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَـٰبٍ ۖ

''اور آپ (ﷺ) کہیں ''میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب (قرآنِ مجید) میں نازل کیا ہے'' (حوالہ الشوریٰ ۔۱۵)

اور آقائے نامدار ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے ''میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کیلئے ہے''۔

قلب وذہن کی تمام توانائیوں کے ساتھ اس سوال کی جانب توجہ فرمائیں کہ کیا آقائے نامدار ﷺ محض یہودیوں کی تالیف قلب کیلئے اتنا بڑا فیصلہ فرما سکتے تھے کہ اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے اجتناب فرماتے ہوئے کعبہ معظّمہ کو چھوڑ کر ''بیت المقدس'' کو قِبۡلَةَ بنالیں جب اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کی روش کے متعلق اس قسم کی خبریں انہیں عطا فرما رہا تھا۔

وَلَن تَرۡضَىٰ عَنكَ ٱلۡيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَـٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ۗ

''اور آپ (ﷺ) سے یہودی اور نہ ہی نصاریٰ (من حیث القوم) راضی ہوں گے

جب تک کہ آپ ان کے طریقے کی پیروی نہ کریں'' (حوالہ البقرۃ ۔۱۲۰)

وَلَئِنۡ أَتَيۡتَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَـٰبَ بِكُلِّ ءَايَةٍ مَّا تَبِعُواْ قِبۡلَتَكَ ۚ

''اور اگر آپ (ﷺ) تمام نشانیاں لے آئیں تو بھی اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ من حیث القوم)

آپ (ﷺ) کے قبلہ کو نہیں مانیں گے''

وَ مَآ أَنتَ بِتَابِعٍ قِبۡلَتَهُمۡ ''اور نہ آپ (ﷺ) ان کے قِبۡلَة کی پیروی کریں گے'' (حوالہ البقرۃ ۔۱۴۵)۔

اللہ رب العزت نے آیت میں اس حقیقت کو بھی عیاں کر دیا تھا

وَمَا بَعۡضُهُم بِتَابِعٍ قِبۡلَةَ بَعۡضٍ ۚ

''اور نہ ہی وہ (یہود ونصاریٰ) آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کو مانیں گے''۔

آیت مبارکہ نے غیر مبہم انداز میں دنیا پر یہ واضح کر دیا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے من حیث القوم یہودیت اور نصرانیت پر باقی رہنا ہے اور یہ کہ ان دونوں کا قِبۡلَةَ بھی الگ الگ ہے۔ کیا ایک فریق کی تالیف قلب کیلئے ان کے قِبۡلَةَ کو کچھ عرصہ کیلئے تسلیم کرنے کا نتیجہ دوسرے فریق (نصاریٰ) سے امتیازی سلوک اور عدم توجہی کے مترادف قرار نہیں پاتا تھا؟ اور کیا ''یہودیوں کی تالیف قلب'' کیلئے قِبۡلَةَ تبدیل کرنے کا اتنا بڑا فیصلہ کیا جا سکتا تھا جب اس سے قبل سورۃ البقرۃ کی آیت ۸۹ میں انکار کرنے والوں کے متعلق یہ بھی بتایا جا چکا ہو؟

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَـٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ
عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾

''اور جب اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن مجید) آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس تھی۔ اور اس سے قبل کافروں پر فیصلہ کن برتری، غلبہ مانگتے تھے۔ پھر جب ان کے پاس وہ (آخری نبی اور قرآنِ مجید) آ گیا تو انہوں نے پہچان لینے کے باوجود اس کا انکار کر دیا۔ سو لعنت ہے انکار کرنے والوں پر'' (البقرۃ۔۸۹)۔

''لَعْنَةُ'' کا مادہ ''ل ع ن'' ہے اور اس کے معنی کسی کو ناراضگی کی بناء پر اپنے سے دور کر دینا ہیں۔ کیا ہمارے لئے آئمہ تفسیر کی اس بات کو ماننے کے علاوہ کچھ زیبا ہے کہ 'قرآنِ مجید میں ٱلْكَعْبَةَ کو چھوڑ کر ''بیت المقدس'' کو قِبْلَةَ بنانے کا حکم نہیں ہے''

روایت کے مطابق ''یہودیوں کی تالیف قلب کیلئے قِبْـــلَةَ کو تبدیل کرنے کا معاملہ مدینہ منورہ میں پیش آیا تھا'' اور آئمہ تفسیر متفق ہیں کہ ''قرآنِ مجید میں ٱلْكَعْبَةَ کو چھوڑ کر ''بیت المقدس'' کو قِبْـلَةَ بنانے کا حکم نہیں ہے''۔ ''یہودیوں کی تالیف قلب'' کا معاملہ جبھی پیش آ سکتا تھا اگر انہوں نے اس کے متعلق کوئی سوال، مسئلہ اٹھایا ہوتا۔ اور اگر انہوں نے اس معاملے میں کوئی سوال اٹھایا ہوتا تو اللہ رب العزت نے تو آقائے نامدار ﷺ کو مکۃ المکرمہ ہی میں یہ بتا دیا تھا

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ

''اور جنہوں نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں ''ان پر قرآن (مجید) ایک ہی بار (جملہ واحدہ) میں کیوں نہیں اتار دیا گیا؟''۔

بتدریج انداز نزول کی حکمت بتائی

كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَـٰهُ تَرْتِيلًا ۝

''یہ اس وجہ سے ہے کہ اس طرح (قرآنِ مجید کو بتدریج نازل فرما کر) ہم آپ (ﷺ) کے دل کو مسلسل حالت اطمینان میں رکھیں۔ ہم نے اسے حسن تناسب سے، ٹھہر ٹھہر کر آپ کو پڑھا ہے'' (الفرقان۔۳۲)

''ثَبِّتَ'' کا مادہ ''ث ب ت'' ہے اور اس کے معنی ثابت رہنا، ایک حالت پر جمے رہنا، مضبوط، قوی ہیں۔ ''دل کو قوی کرنا، ایک حالت پر جمے رکھنا'' دل کی مسلسل حالت اطمینان کو ظاہر کرتا ہے۔ کتاب کو ایک ہی بار آقائے نامدار ﷺ پر نازل کر دینے سے کس بناء پر قلب مبارک کیلئے کوئی بات اضطراب اور فکر مندی کا سبب بن سکتی تھی؟ واضح فرمایا وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ ''اور وہ آپ (ﷺ) کے پاس خواہ کوئی مثال (مسئلہ، سوال) لے آئیں إِلَّا جِئْنَـٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ ہم اس کی حقیقت اور بہترین تفسیر آپ پر منکشف کر دیتے ہیں'' (الفرقان۔۳۳)۔

اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ کعبہ معظّمہ کو چھوڑ کر کسی بھی دوسرے مقام کو عارضی یا مستقل طور پر قِبۡـلَةَ تصور کرنا، ماننا اور سمجھنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقے (مِلَّةِ ابراہیم) کے مخالف اور متضاد روش اور رویہ ہے۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے تو پھر یہ گمان بھی کیسے کیا جاسکتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے محض یہودیوں کی تالیف قلب کیلئے مِلَّةِ ابراہیم کے خلاف ''بیت المقدس'' کو قِبۡلَة بنانے کا حکم دیا تھا جنہیں مکۃ المکرّمہ ہی میں حکم دے دیا گیا تھا کہ مِلَّةِ ابراہیم کی اتباع فرمائیں اور انہوں نے خود اپنے متعلق بھی لوگوں سے یہ بات کہہ دی تھی۔ یہ بات کسی روایت سے نہیں لی گئی بلکہ قرآنِ مجید میں موجود ہے

ثُمَّ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ أَنِ ٱتَّبِعۡ مِلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗاۖ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۝١٢٣

''بعدازاں ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف وحی کی ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) حَنِیۡفًا کے طریقے پر چلیں اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے'' (النحل۔۱۲۳)

قُلۡ إِنَّنِي هَدَىٰنِي رَبِّيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ دِينٗا قِيَمٗا مِّلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗاۚ

''آپ (ﷺ) بتائیں ''مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف راہ دکھادی ہے جو ایک صحیح دین ہے، ابراہیم (علیہ السلام) حَنِیۡفًا کا طریقہ'' (حوالہ الانعام۔۱۶۱)۔

صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ کیا ہے؟ یہ دِينٗا قِيَمٗا ہے۔ اور دِينٗا قِيَمٗا کیا ہے؟ مِّلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗاۚ ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے یہ بات مکۃ المکرّمہ میں فرمائی تھی۔ اہل علم و فکر کیا یہ گمان بھی کرسکتے ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ اپنے ہی فرمان کی مدینہ منورہ پہنچ کر نفی کرسکتے تھے؟